اُردو میں فرہنگ نویسی کی روایت: ایک جائزہ

یعقوب خان پی ایچ ڈی اسکالر، قرطبہ یونیورسٹی پشاور

پروفیسر ڈاکٹر سلمان علی چیئر مین، شعبہ اُردو پشاور یونیورسٹی

Abstract:

A glossary is an alphabetical order of terms in a specific domain of Knowledge with the definitions and explanations of these terms.In recent times,two types of glossary are well known .the first is given at the end of a book and it contains difficult and uncommon. Terms within that books the second type of glossary is a book. In itself that includes a lot of difficult words alongwith their mean Ing with reference to their context.

Keywords: glossary ,alphabetical order ,terms ,reference to the context.

فرہنگ(Glossary):

سیّد احمد دہلوی (صاحبِ فرہنگِ آصفیہ) کے بقول "فرہنگ" فارسی لفظ ہے اور بطورِ مؤنث استعمال ہوتی ہے۔اس کے معنوں میں اوّلاً عقل ودانش، دانائی اور ثانیاً کتابِ لغاتِ فارسی (فرہنگِ رشیدی، فرہنگِ جہانگیری وغیرہ) ہیں(۱)۔اسی طرح اُردو کے ایک اور کثیر الاستعمال لغت "جامعُ اللّغات" میں بھی "فرہنگ" کا مادۂ اشتقاق فارسی زبان ٹھہرایا گیا ہے اوراِس کے معنوں میں عقل، ادب اور لغت کی کتابیں شامل ہیں(۲)۔ شیخ محمد لاد نے بھی اپنی کتاب "مؤیدالفضلاء" میں اس لفظ کی تشریح اس طرح کی ہے:

"ادب ودانش وبزرگی ونیز کتابی در علمِ لغت واُوا کثر فارسی باشد"(۳)

یعنی شیخ محمّد لاد بھی اس لفظ کو مذکورہ معانوں میں استعمال کرنے کے حق میں ہے۔ "نورُ اللّغات" کے مطابق لفظ "فرہنگ" میں ف کے اُوپر فتحہ یعنی زبر ہے،اس کے معانوں میں عقل ودانش، سمجھ اور دانائی شامل ہیں۔ یہاں اس لفظ کو فارسی کی ایسی لُغات کے لیے بھی استعمال کیا گیا ہے جن میں الفاظ اوراُن کے معانی پر تحقیق کی گئی ہو(۴)۔ڈاکٹر گیان چند نے بھی اپنی شہرۂ آفاق کتاب "تحقیق کا فن" میں بھی اس موضوع کو زیرِ بحث لایا ہے۔اُن کے نزدیک "فرہنگ" سے مراد کسی بھی متن میں موجود مشکل الفاظ، ضرب الامثال، محاورات اور اصطلاحات کی تشریح ووضاحت ہی ہوتی ہے،اس میں اُن الفاظ ومحاورات کو بھی درج کیا جاتا ہے جو عام مفہوم سے ہٹ کر استعمال کیے جاتے ہیں۔مزید برآں یہ کہ ان تمام اندراجات کو بلحاظِ حروفِ تہجّی ترتیب بھی دی جاتی ہے(۵)۔اپنی بحث جاری رکھتے

ہوئے وہ لکھتے ہیں کہ قدیم ادب (یعنی دکنی ادب کے متون جن میں گنجلک اور ثقیل الفاظ کی بھرمار ہوتی ہے) کے خاتمے پر فرہنگ ضرور دینی چاہیے کیونکہ اس سے اِن متون کے سمجھنے میں بہت مدد ملے گی۔اُن کے نزدیک ان فرہنگوں میں مندرجہ ذیل اُمور کا خیال رکھنا چاہیے:

(۱) اگلے وقتوں کے مختلف النّوع نثری اور منظوم داستانوں میں جب بھی کسی چیز اور صورتِ حال کا ذکر کیا جاتا تو وہاں اُس مخصوص چیز سے متعلق اسی نوعیّت کی کئی دوسری چیزیں بھی بیان کیے جاتے تھے جیسے کہ ملازم، آبی سواریاں گھوڑے اور دربان وغیرہ۔ان میں کئی چیزیں بالکل اجنبی اور نامانوس لگتی ہیں۔لہٰذا ان کو فرہنگ میں شامل کرنی چاہیے۔

(۲) مشکل الفاظ کے بعد ڈاکٹر گیان چند کے نزدیک اصطلاحات کو دوسرے نمبر پر رکھتے ہیں۔ان قدیم داستانوں اور مثنویوں میں قدیم تہذیب و تمدّن یعنی کہ رقص، موسیقی، جشن اور سواری وغیرہ کے ناموں کا ذکر بھی ہے ،لہٰذا اُن کی وضاحت بھی بہت ضروری ہے۔اس سلسلے میں وہ پنڈت دیا شنکر نسیمؔ کی مثنوی "گلزارِ نسیم" کا ایک شعر نقل کرتے ہیں:

وہ پوربی کر کے جو گیا بھیس
جنگلے کی راہ سے گیا دیس

پھر وہ (ڈاکٹر گیان چند) مندرجہ بالا مصرعوں میں مستعمل پوربی، جوگیا، جنگلہ، دیس کے متعلق بتاتے ہیں کہ یہ مختلف راگوں کے نام ہیں۔

(۳) تیسرے نمبر پر غریب یا نامانوس الفاظ آتے ہیں۔یہاں پر اُس نے "باغ و بہار" مرتّبہ رشید خان کی فرہنگ سے چند الفاظ نقل کیے ہیں:

باعث ہوا۔۔۔۔فرمائش کی

حرامی۔۔۔۔۔لٹیرے

روبکار ہوا۔۔۔۔ظاہر ہُوا

(۴) گیان چند آگے چل کر لکھتے ہیں کہ اجنبی محاورات اور کہاوتیں بھی فرہنگ میں درج کرنی چاہیے۔

(۵) اور سب سے آخر میں عربی زبان سے وابستہ فقرے، جملے، مصرعے اور قرآنی آیات کو بھی فرہنگ کا حصّہ ہونا چاہیے (۶)

لُغت اور فرہنگ میں فرق:

اگرچہ لغت اور فرہنگ دونوں ایک ہی چیز نظر آتی ہے یعنی دونوں اصطلاحات کا طریقہ کار کسی لفظ کی وضاحت اور تشریح ہوتا ہے۔تاہم بعض اہلِ قلم نے ان دونوں کے درمیان ایک حدِّ فاصل قائم کی ہے۔اس سلسلے میں ذکاؤالدّین شایان لکھتے ہیں:

> "لُغت اپنے تمام سیاق وسباق میں عمومیّت کی حامل ہوتی ہے فرہنگ اس کے برخلاف اپنے موضوع کے حدود میں خصوصیّت کا طرز اختیار کر لیتی ہے۔فرہنگ کسی "شعبہ علم کی اطلاعات" سے تعلق رکھتی ہے"(۷)

اس اقتباس سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ لُغت عمومیّت کی حامل ہوتی ہے۔اس میں کسی بھی زبان کے ممکنہ الفاظ بلا تخصیص(قدیم وجدید اور متروک و مستعمل ہر قسم کے الفاظ) ہی لکھے جاتے ہیں۔ برخلاف اس کے، فرہنگ خصوصیّت کی حامل ہوتی ہے۔اس کا سینہ اتنا چوڑا چکلہ نہیں کہ اس میں ہر قسم کے الفاظ سما سکے۔اس میں عمومیّت اور وسعت کی گنجائش نہیں ہے۔یہاں الفاظ کا انتخاب ایک خاص زاویے سے کیا جاتا ہے۔اس میں کسی شعبۂ علم/فن یا کسی مخصوص مضمون کے مشکل الفاظ مصطلحات پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔یہ اپنے موضوع کی حدود سے نکل کر اپنے لیے کوئی پریشانی یا خطرہ مول لینا نہیں چاہتی۔اس طرح سے ایک فرہنگ نویس کی ذمہ داریاں بہ نسبت ایک عام لغت نویس کے اور بھی بڑھ جاتی ہیں۔عام طور پر ایک لُغت نویس کسی لفظ کے معانی متعیّن کرتا ہے تو وہ سیاق وسباق سے ہٹ کر اِس لفظ کے جملہ معانی و مطالب اپنی لغت میں درج کر لیتا ہے جب کہ ایک فرہنگ نویس اسی لفظ کو کسی خاص شعبۂ علم کے دریچے سے دیکھ لیتا ہے جہاں اس متعلقہ لفظ کا ایک خاص پس منظر ہوتا ہے اور اسی مخصوص فضا میں اس لفظ کے معانی متعیّن کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

لُغت اور فرہنگ میں ایک اور فرق یہ بھی پایا جاتا ہے کہ جہاں لغت میں کسی لفظ کے بِلا تخصیص تمام معانی درج کیے جاتے ہیں وہاں کسی فرہنگ کو معیاری اور مستند بنانے کے لیے کسی شاعر/ادیب کے ذہنی پس منظر کو بھی ملحوظ نظر رکھا جاتا ہے۔ایک اچھی فرہنگ کے لیے بنیادی شرط یہ ہے کہ الفاظ کے اندر پوشیدہ معنی سامنے آجائے یعنی یہ کہ مصنف نے یہ لفظ کیوں استعمال کیا ہے،اُس کے جذبات کیا ہیں اور کیا زیرِ استعمال لفظ اُس کے جذبات کی ممکن حد تک عکاسی بھی کرتا ہے یا نہیں؟اس کا مطلب یہ ہوا کہ فرہنگ نویس کسی بھی موضوعِ بحث شخص کی ذہنی کیفیّت تک پہنچ کر اُسے ٹٹولتا ہے،اُس کی شخصیّت کے اُتار چڑھا اور اُلجھنوں کو ملحوظِ نظر رکھ کر مطلوبہ نتائج اخذ کرتا ہے اور یہی چیز ایک لغت اور فرہنگ کے درمیان بنیادی فرق ہے۔بقولِ غالبؔ:

آئے ہے بے کسی عشق پہ رونا غالبؔ
کس کے گھر جائے گا سیلاب بلا میرے بعد

یہاں عشق اور سیلاب بظاہر دو مختلف چیزیں ہیں لیکن اس کے باوجود ان میں ایک خاص ربط بھی پایا جاتا ہے۔ یہ وہ سیلاب نہیں جو موسم برسات میں دریاؤں میں آتا ہے، بلکہ یہ ایک خاص دلی کیفیّت کا غمّاز ہے اور شاعر کے شدید جذبے کا ترجمان ہے۔ عشق واقعی ایک بلاخیز سیلاب ہے جو اپنے ساتھ سب کچھ بہا کے لے جاتا ہے۔ اسی طرح اقبالؔ کے ہاں بھی چند اصطلاحات ہیں جیسا کہ "مردِ مومن" کی اصطلاح جو ایک نڈر، بے باک، صاحبِ جبرُوت بلکہ اقبالؔ ہی کے الفاظ میں "یا اپنا گریبان چاک یا دامنِ یزدان چاک" جیسی خصوصیات کا حامل ہوتا ہے۔ اقبالؔ کا یہی مردِ مومن عشق کے جذبے سے سرشار ہو جاتا ہے تو ایشیا، افریقہ اور یورپ وغیرہ کو روندتا ہُوا آگے بڑھتا چلا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اقبالؔ کے ہاں شاہین، کرگس، خودی، بے خودی اور ابلیس کے تصوّرات بھی ملتے ہیں اور جو اپنے مخصوص معانی رکھتے ہیں۔

مندرجہ بالا بحث سے ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ فرہنگ میں عام لغات کے برعکس مشمولات کے تمام ممکنہ قدیم اور جدید معانی سے صرفِ نظر کی جاتی ہے اور صرف وہی معانی اور تشریحات لکھی جاتی ہیں جو ادیب کے ذہنی پس منظر سے مطابقت رکھتے ہیں۔ فرہنگ نویس کو اس بات سے کوئی سروکار نہیں ہوتا کہ زیرِ نظر مشمولات کے لفظی اور محاوراتی معانی کیا ہیں؟ وہ بس متن کو دیکھ کر نتیجہ نکالنے کی کوشش کرتا ہے، اس کے لیے وہ ادبی اور غیر ادبی مفاہیم کو اپنے سامنے رکھتا ہے۔ اس زاویے سے جب ہم دیکھتے ہیں تو فرہنگ نویسی بہت کٹھن اور مشکل کام نظر آتا ہے جو فرہنگ نویس سے غیر معمولی صلاحیّتوں سے متّصف ہونے کا تقاضا کرتا ہے۔

اُردو میں فرہنگ نویسی:

دوسری بہت سی علوم کی طرح فرہنگ نویسی کی ابتدا بھی سرزمینِ عرب سے ہوئی جہاں اہلِ فن نے قرآن مجید کے موضوعات، آیات اور غریب و نامانوس الفاظ کی فرہنگیں تیار کیں۔ قرآن مجید کے بعد حضورؐ کی احادیثِ مبارکہ کی بھی مختلف النّوع فرہنگیں لکھی گئیں (۸)۔ یہی روایت عربی سے فارسی اور پھر فارسی سے اُردو کو منتقل ہوئی۔ چنانچہ اُردو میں بھی لغت اور فرہنگ نویسی کی روایت کافی قدیم ہے۔ یہ سلسلہ خالقِ باری، لغاتِ گجری اور واحد باری سے شروع ہو کر اور زمانۂ حال کے جدید اُصولوں کے مطابق مرتّب کی گئیں فرہنگوں پر آ کر منتج ہوتا ہے۔ ہندوستان میں "فرہنگِ جہانگیری ہی کو یہ شرف حاصل ہے جو فرہنگ نویسی کے مسلّمہ اُصولوں کو مدِّ نظر رکھ کر ترتیب دی گئی۔ اس کے مؤلف میر جلال الدّین حُسین ہے اور اس عظیم انسان نے اس فرہنگ کو ۲۴ سے زیادہ لغات اور سینکڑوں منظوم

و منثور تصانیف کے مشکل الفاظ اور محاورات سے مزیّن کیا ہے(۹)۔ میر جلال الدّین حُسین ایران کے شہر شیراز میں پیدا ہوئے تھے اور اوائل عمری میں ہی ہندوستان تشریف لائے تھے، اکبر اور جہانگیر کے دورِ حکومت میں دربار سے وابستہ ہوئے اور بالآخر ۱۶۲۶ء میں آگرہ میں وفات پا کر پیوستہ زمین ہوگئے۔ اس لغت پر مغل بادشاہ اکبرِ اعظم کے زمانے یعنی ۱۵۹۵ء میں کام شروع کیا گیا اور کئی سالوں کی محنتِ شاقّہ کے بعد ۱۶۰۹ء میں عہدِ جہانگیری میں مکمل ہوئی۔ یہ جہانگیر کے نام سے منسوب بھی ہے۔ اس فرہنگ میں ۲۴ ابواب ہیں جن کو مزید ذیلی حصّوں (فصلوں) میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ مصنّف نے ایک مقدّمہ اور تکملہ بھی دیا ہے۔ اس اہم فرہنگ میں کل ۹۸۳۰ اندراجات کے معانی دیے گئے ہیں جن میں ۸۹۶۰ فارسی کے، ۶۳۰ عربی کے، ۱۴۰ ہندی کے، یونانی، ترکی اور دوسری مقامی بولیوں کے تقریباً ۱۰۰ الفاظ شامل ہیں(۱۰)۔ اس کے بعد "فرہنگِ رشیدی" کی باری آتی ہے جس کے مؤلف مولف عبدالرّشید ہے۔ فرہنگِ رشیدی ایک مقدّمے، ۲۴ ابواب اور خاتمے پر مشتمل ہے۔ یہ فارسی زبان کی ایک اہم لغت ہے اور اسے حروفِ تہجّی کے لحاظ سے ترتیب دی گئی ہے۔

اس طرح "فرہنگِ آنندراج" جو محمّد پادشاہ شاد کی تالیف ہے، تین جلدوں پر مشتمل فارسی زبان کی فرہنگ ہے۔ اس میں تقریباً پچاس ہزار الفاظ کے معانی درج ہیں۔ فارسی کے علاوہ اس میں دوسری زبانوں جیسے عربی، تُرکی، یونانی، لاطینی، ہندوستانی اور دوسری علاقائی زبانوں کے الفاظ بھی شامل ہیں۔ ۳۲ ابواب پر مشتمل اس فرہنگ میں الفاظ بلحاظِ حروفِ تہجّی درج ہیں اور ہر لفظ کے سامنے مادۂ اشتقاق بھی دیا گیا ہے۔ الفاظ کی وضاحت کے سلسلے میں وہ مثالیں اور اشعار بھی بطورِ حوالہ لکھ لیتے ہیں(۱۱)۔

فرہنگ نویسی کی اس بحث میں مرزا جان طپشؔ دہلوی (۱۸۱۴ء) کو اگر نظر انداز کیا جائے تو بڑی ناانصافی ہوگی۔ یہ آدمی فکرِ معاش کی تلاش میں سرگرداں گھومتے پھرتے مرشد آباد (مغربی بنگال، موجودہ بھارت) پہنچ گئے جہاں اُن کی ڈھاکہ کے نواب شمس الدّولہ سے راہ و رسم پیدا ہوگئے۔ نواب موصوف ہی کی معیّت میں اُنہوں نے ایک فرہنگ "شمس البیان فی مصطلحات الہندوستان" تالیف کی اور جو اُن (نواب صاحب) کے نام سے منسوب بھی ہے۔ یہ ۱۷۹۲ء میں تالیف کی گئی اور ۱۸۳۹ء میں لکھنؤ سے شائع ہوئی(۱۲)۔ اس میں فاضل مؤلف نے اُردو الفاظ و محاورات اور ضرب الامثال کی فارسی زبان میں تشریح کی ہے نیز ہر لفظ کی تشریح اُردو اشعار کے حوالے سے کی ہے۔ یہ نہایت مختصر ہے اور صرف ۲۹۰ مصطلحات پر محیط ہے۔

اُردو فرہنگ نویسی کے سلسلے میں انشاء اللہ خان انشاء ایک منفرد مقام رکھتے ہیں۔ اُن کی کتاب "دریائے لطافت" مؤلفہ ۱۸۰۸ء کا دُردانۂ چہارم مصطلحاتِ دہلی اور دردانۂ پنجم مصطلحاتِ زنانِ دہلی کے لیے مختص ہے۔ اسی

طرح نواب سعادت یار خان رنگین نے دیوانِ ریختی (۱۸۲۸ء) کی ابتدا میں چند ضروری مشکل محاورات اور مصطلحات کو اور امام بخش صہبائی نے "رسالۂ قواعد صرف و نحوِ اُردو" میں اُردو ضرب الامثال پر بحث کی ہے۔ لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ان مذکورہ کتابوں کے یہ ابواب مختلف موضوعات پر مبنی کتابوں کا صرف ایک حصّہ ہے۔ اس لیے ان میں وہ امتیاز اور خصوصیّت پیدا نہیں ہوسکتی جو کسی موضوع پر مبنی ایک باقاعدہ کتاب (فرہنگ) کے شایانِ شان ہے۔ ہاں! اس سلسلے میں بطورِ فرہنگ اگر کسی باقاعدہ کتاب کی مثال دی جاسکتی ہے تو وہ "مخزنِ فوائد" ہے جو نیاز علی بیگ نکہتؔ دہلوی کی تالیف ہے اور شمس البیان کے ۵۴ سال بعد یعنی ۱۸۴۵ء میں لکھی گئی (۱۳)۔ ڈاکٹر محمّد ذاکر حسین کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اُنہوں نے اس کو از سرِ نو مرتّب کیا ہے۔ اس کتاب کی خصوصیّت یہ ہے کہ اس میں الفاظ تین اقسام (اصطلاحات، محاورات اور امثال) میں منقسم ہیں اور بطورِ حوالہ اشعار بھی درج کیے گئے ہیں۔ اس میں ۲۸۵۸ اِصطلاحات، ۱۱۶ محاورات، ۱۱۸ اَمثال اور بدون ذکر اصطلاح وغیرہ ۱۲۸ الفاظ درج ہیں۔ کل مِلا کے یہ ۳۲۲۰ الفاظ بنتے ہیں (۱۴)۔

مخزنِ فوائد کے کوئی ۴۳ سال بعد سیّد احمد دہلوی نے "فرہنگِ آصفیہ" کی تالیف کی۔ سیّد احمد دہلوی ایک طویل عرصے تک ڈاکٹر فیلن کے ساتھ کام کیا جو اُس زمانے میں ایک اُردو انگریزی لغت لکھ رہے تھے۔ اُس کے ہوتے ہوئے مولوی صاحب کو بھی اُردو کی ایک مستند فرہنگ مرتّب کرنے کا خیال آیا۔ یہ اُن کی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ فرہنگِ آصفیہ چار جلدوں پر مشتمل آج ہمارے سامنے استناد کا درجہ لیے موجود ہے۔ اس کی پہلی دو جلدیں ۱۸۸۸ء، تیسری جلد ۱۸۹۲ء جبکہ آخری اور چوتھی جلد ۱۹۰۲ء میں شائع ہوگئی (۱۵)۔ اس میں ۶۰ ہزار سے زائد عربی، فارسی، ترکی، سنسکرت، انگریزی اور اُردو میں مستعمل دوسری زبانوں کے الفاظ مندرج ہیں۔ اس میں الفاظ کے مادۂ اشتقاق بھی درج ہے اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ فلاں لفظ مذکّر ہے یا مؤنث۔ مقامی رسم و رِواج، تہواروں، میلوں ٹھیلوں، ضرب الامثال، علمی و فنّی مصطلحات، قلعۂ معلّٰی کی بیگماتی زبان، ضلع جُگت، پھبتیوں، کہہ مکرنیوں، فقیروں اور سودے بازوں کی آوازوں سمیت اُردو زبان کے آغاز وارتقا جیسے موضوعات کا ایک بیش بہا خزانہ ہے۔ اُردو فرہنگ نویسی کے لیے بابائے اُردو مولوی عبدالحق (۲۰ اپریل ۱۸۷۰ء۔ ۱۶ اگست ۱۹۶۱ء) کی خدمات بھی قابلِ قدر ہیں۔ اُنہوں نے مختلف موضوعات پر فرہنگیں مرتّب کروا کر انجمنِ ترقی اُردو سے شائع بھی کروائیں۔ اس بارے میں پہل مولوی ظفر الرّحمٰن دہلوی نے کی جنہوں نے "فرہنگِ اصطلاحاتِ پیشہ وراں" کو مرتّب کیا۔ اس فرہنگ کے سات حصّے ہیں۔ حصہ اوّل تیاریٔ مکانات اور تہذیب و آرائشِ عمارات، حصہ دوم میں کپڑوں، لباس اور اس فن سے متعلقہ پیشوں کی اصطلاحات جبکہ حصہ سوم میں خوراک اور اس کے لوازمات کا ذکر ہے۔ اس سلسلے میں تیسری جلد ہماری

رہنمائی کرتی ہے جو چار فصلوں(پہلی فصل ظروف سازی،دوسری فصل پیشہ ور گمیروں،تیسری فصل پکوانوں اور چوتھی فصل تکلّفاتِ خوراک) اوران فصلوں میں زیرِ بیان چوبیس پیشوں کے تقریباً دوہزار اصطلاحات پر مشتمل ہے(۱۶)۔حصہ چہارم میں سرزمینِ ہندوستان میں مروّج مختلف فنون اور صنعتوں کی اصطلاحات کا بیان ہے۔حصہ پنجم میں سواری اور بار برداری کی تفصیل دی گئی ہے۔یہ تین فصلوں(پہلی فصل سواری،دوسری فصل بار برداری اور تیسری فصل کشتی رانی) میں ہے جن میں ۱۲ پیشوں کی تقریباً ۱۵۰۰ اِصطلاحات کا بیان ہے۔اسی طرح حصہ ششم میں کاشت کاری، باغبانی اور آب پاشی کے اصطلاحات وغیرہ درج ہیں۔آخری اور ساتویں حصے میں کل ۱۷ پیشوں کا بیان ہے جو بیوپاری،خدمتی،دستکاری اور تکیہ داری وغیرہ سے متعلق ہیں فرہنگ نویسی کے میدان میں مولوی عبدالحق نے صرف اس پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اُنھوں نے سائنسی موضوعات کی طرف بھی توجّہ دی اور ایک مربوط سائنسی فرہنگ مرتّب کی جو اُنھوں نے انجمنِ ترقی اُردو نئی دہلی سے ۱۹۳۹ء میں شائع کروائی۔تین حصوں پر مشتمل اس فرہنگ کے حصہ اوّل میں کیمیا کی اصطلاات ہیں، حصہ دوم "اِصطلاحاتِ معاشیات،تاریخ وسیاسیات اور عمرانیات" جب کہ حصہ سوم "فرہنگِ اصطلاحاتِ طبیعیات" کے نام سے معنون ہے۔اسی طرح ابرار حسین فاروقی نے "فرہنگِ اصطلاحاتِ جُغرافیہ" کی ترتیب کا کام پایۂ تکمیل کو پہنچایا جس کو انجمنِ ترقی اُردو کراچی نے شائع کرنے کا اہتمام کیا۔ان تمام فرہنگوں کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ مختلف انگریزی اصطلاحات کے متبادل اُردو اصطلاحات سامنے آ گئیں۔

اس سلسلے کا ایک اور قابلِ قدر کام "فرہنگِ اصطلاحاتِ بنکاری" کی صورت میں سامنے آیا ہے۔اس میں بھی بینکاری سے متعلقہ انگریزی فنون اور اصطلاحات کو اُردو کا جامہ پہنایا گیا ہے۔یہ کام بینک دولت آف پاکستان کی زیرِ نگرانی ہوا اور اس کی اصلاح و تصدیق کی ذمہ داری انجمنِ ترقی اُردو پاکستان کراچی نے سرانجام دی۔ہمارے ملک بلکہ پورے برِّصغیر میں انگریزوں کے قائم کردہ بینکاری نظام میں شروع سے ہی نظامِ بینکاری کے تمام معاملات انگریزی زبان میں ہی ہوتے چلے آئے ہیں۔لہٰذا یہ وقت کا تقاضا تھا کہ ان انگریزی اصطلاحات کا اُردو میں ترجمہ کیا جائے۔اس ضرورت کے پیشِ نظر یہ عظیم فرہنگ مرتّب کی گئی۔اس کا مقدّمہ بابائے اُردو مولوی عبدالحق نے لکھا ہے جس میں اُنھوں نے انگریزی اور اُردو زبان کا ایک تنقیدی جائزہ پیش کر کے اس ترجمے کی اہمیّت پر رشنی ڈالی ہے۔

طبّی اصطلاحات پر مشتمل فرہنگ حکیم غلام جیلانی نے "مخزن الجواہر" کی صورت میں مرتّب کی۔یہ اکیس ہزار اصطلاحات پر مشتمل ایک ضخیم فرہنگ ہے اور تقریباً چودہ ہزار عربی وفارسی کی قدیم وجدید اور سات ہزار انگریزی طبّی اصطلاحات پر محیط ہے۔آج کل ادب کی دُنیا میں بھی کئی آسانیاں پیدا کی گئی ہیں جس کی ایک روشن

مثال یہ ہے کہ کلاسیکی ادب کی ترتیب وتدوین میں کسی متن میں مشمولہ غیر مانوس، ثقیل اور مشکل الفاظ واصطلاحات کے معانی وہاں پر ہی درج کیے جاتے ہیں۔اس کی دو صورتیں ہیں، پہلی صورت یہ کہ ہر صفحے پر حواشی کی صورت میں اور دوسری صورت میں کتاب کے آخر میں فرہنگ دی جاتی ہے جہاں مشکل اصطلاحات کی تسہیل دی جاتی ہے۔یہی طریقہ کار رشید حسن خان نے مثنوی "گُلزارِ نسیم" اور "انتخابِ سودا" میں اختیار کیا ہے۔آج کل پاکستان کے موجودہ سکولوں اور کالجوں کی نصابی کتابوں کے آخر میں فہرستِ عنوانات کی مناسبت سے مشکل اور ثقیل الفاظ ومحاورات اور ضرب الامثال پر مشتمل فرہنگیں دی گئی ہیں۔ یہ بہت ہی اچھا طریقہ ہے۔اس سے بچوں کو یہ آسانی ہوتی ہے کہ اُنہیں بیک وقت سب کچھ اپنی ہی کتاب میں مل جاتا ہے اور ڈکشنریوں کی تلاش سے بچ جاتے ہیں۔ جوں جوں وقت گزرتا گیا فرہنگ نویسی کا دائرہ بھی وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا گیا۔چنانچہ مولانا امتیاز علی خان عرشی نے "فرہنگِ غالب" ترتیب دی۔غضنفر علی اور مہاراج کرشن کول نے "فرہنگِ مرکباتِ غالبؔ" لکھ کر غالب شناسی کی ایک اور چوٹی سر کی۔اس میں غزلیات، قصائد، مثنوی، قطعات، رُباعیات اور ضمیمہ کے عنوانات کے تحت کلامِ غالبؔ میں شامل فارسی آمیز ترکیبوں کی وضاحت بھی کی گئی ہے اور حوالے کے طور پر اشعار بھی درج کئے گئے ہیں۔غالبؔ ایک ہمہ گیر شخصیّت کے مالک تھے۔اُن کی مشکل پسندی قاری کو واقعی مشکلات سے دوچار کرتی ہے۔اسی طرح حضرت نسیم امروہوی نے پہلے "فرہنگِ اقبال (اُردو) کو مرتّب کیا۔اس میں بانگِ درا، بالِ جبریل، ضربِ کلیم، ارمغانِ حجاز، باقیاتِ اقبال وغیرہ سے مشکل الفاظ اور تلمیحات واستعارات کی تشریح کلامِ اقبال کے حوالے دے کر کی گئی ہے۔امروہوی صاحب نے "فرہنگِ اقبال (فارسی) بھی مرتّب کی جو تقریباً گیارہ ہزار الفاظ وتراکیب پر مشتمل ہے۔

تسہیل نگاری کے سلسلے میں ولی احمد خان نے "محاوراتِ داغ کے عنوان سے ایک فرہنگ ترتیب دی ہے ۔داغ دہلوی اُردو ادب کے ایک عظیم شاعر تھے اور علامہ اقبال جیسی عظیم شخصیّت کی اُستادی کا شرف بھی حاصل ہے۔اقبالؔ داغؔ کے بڑے شیدائی تھے اور اُن کی وفات پر اقبال نے اُن کی یاد میں ایک مرثیہ بھی لکھا جس میں اُنہوں نے داغؔ کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے ۔اسی طرح اقبالیات کو سمجھنے سمجھانے کے سلسلے میں سیّد عابد علی عابد اور ڈاکٹر اکبر حسین قریشی نے بھی قابلِ قدر خدمات سرانجام دی ہیں۔عابد علی عابد نے "تلمیحاتِ اقبال" مرتّب کی جس میں اُنہوں نے کلامِ اقبال میں موجود مختلف تلمیحات کی تشریح کی ہے۔اسی نوعیّت کی ایک اور قابلِ قدر کتاب "تلمیحات ومحاوراتِ اقبال" ڈاکٹر اکبر حسین قریشی نے بھی تالیف کی ہے۔ یہ دراصل ڈاکٹر صاحب کے پی ایچ ڈی کا تحقیقی مقالہ ہے جس پر اُن کو مسلم یونیورسی علی گڑھ کی طرف سے ڈگری عطا کی گئی۔اس کے علاوہ ڈاکٹر اکبر حسین قریشی کا ایک اور اہم کارنامہ "فرہنگِ طلسمِ ہوشربا" کی تدوین وترتیب بھی ہے۔ طلسمِ ہوشربا اُردو ادب

میں ایک کلاسیک کا درجہ رکھتی ہے جو انتہائی دلچسپ اور سبق آموز بھی ہے۔ طلباء اور اساتذہ دونوں کو اس کے درس وتدریس میں مشکلات پیش آتے۔ یہ ڈاکٹر اکبر حسین کا کارنامہ ہے کہ اُس نے ہمیں اس مشکل سے نجات دِلائی۔ علامہ اقبال پر پی ایچ ڈی لیول کا ایک اور مقالہ بعنوانِ "فرہنگِ کلامِ اقبال۔اُردو" بھی لکھا گیا ہے۔ یہ مقالہ ڈاکٹر رُخسانہ کا ہے۔اس مقالے کے آغاز میں فرہنگ نویسی کے موضوع پر بحث کی گئی ہے۔ مشکل الفاظ کی تشریح کے بعد آخر میں اشاریہ بھی دیا گیا ہے۔ یہ بھی ایک جامع فرہنگ ہے۔

فرہنگ نویسی کے میدان میں پروفیسر کلیم الدّین احمد کی خدمات بھی ناقابل فراموش ہیں۔اُنہوں نے ادبی اصطلاحات پر مبنی فرہنگ "فرہنگِ ادبی اصطلاحات" مرتّب کی۔اس میں اُنہوں نے اُن تمام اصطلاحات اور تصوّرات کو پیش کیا ہے جو انگریزی کی وساطت سے اُردو زبان میں رائج ہو گئے ہیں اور جن کے لیے اُردو میں ابھی تک متفقہ طور کوئی اصطلاحی نام وضع نہیں کیا گیا تھا بس ہر نقّاد ان اصطلاحات کا اُردو میں ذاتی طور پر ترجمہ کر دیتا۔یہی صورتِ حال ابہام اور غلط فہمی کا مؤجب بن جاتی۔اس مسئلے کو بالآخر کلیم الدّین احمد نے حل کر دیا۔

حوالہ جات:

۱۔فرہنگِ آصفیہ جلد ۳، مولوی سیّد احمد دہلوی اُردو سائنس بورڈ لاہور ۲۰۱۰ء، ص۳۳۹

۲۔جامعُ اللُّغات جلد ۵، مولوی محمد رفیع فاضل دیوبند، رائے صاحب رام دیال اگروالا، الہ آباد ۱۹۵۴ء، ص ۵۱۰

۳۔مؤید الفضلاء جلد ۲ شیخ محمد لاد، منشی نول کشور کان پور بھارت، ص۵۹

۴۔نُور اللُّغات جلد ۳، مولوی نور الحسن کاکوروی، ص۵۸۳

۵۔تحقیق کا فن، ڈاکٹر گیان چند، مقتدرہ قومی زُبان پاکستان ۲۰۱۲ء، ص۵۴۶

۶۔ایضاً، ص۵۴۸

۷۔اٹھارویں صدی کی شاعری کی فرہنگ، ذکاؤالدّین شایان، کیتھو کلر پرنٹرز علی گڑھ ۱۹۸۹ء، ص۲۹

۸۔فرہنگِ انیس جلد ۱، نائب حسین نقوی، جمال پرنٹنگ پریس دہلی، ۱۵ دسمبر ۱۹۷۵ء، ص ۱۲

۹۔لغات اور لغت نویسی، روایت اور تجزیہ، رؤف پاریکھ، فضلی سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ کراچی، ۲۰۱۵ء، ص ۲۶

۱۰۔www.Iranicaonline.org/articles/farhang.e.jahangiri

۱۱۔www.Iranicaonline.org/articles/farhang.e.anandraj

۱۲۔ www.en.banglapedia.org/index.php?title=Mirza_Jan_Tapish

۱۳۔ مخزنِ فوائد تالیف نیاز علی بیگ نکہت دہلوی، مرتّب ڈاکٹر محمد ذاکر حسین، خُدابخش اورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ انڈیا۱۹۹۸ء، ص۶

۱۴۔ ایضاً

۱۵۔ اُردو ویکی پیڈیا

۱۶۔ فرہنگِ اصطلاحاتِ پیشہ وراں جلد ا مولوی ظفر الدّین دہلوی، انجمنِ ترقی اُردو پاکستان ۱۹۷۷ء، ص ا